عصری تعلیم

کے

خطرناک نتائج

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی
(بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق واشاعت
Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore
K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149
H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baldwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001
Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

فہرست عصری تعلیم کے خطرناک نتائج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عصری تعلیم گاہوں
کے نصاب اور نظامِ تعلیم پر بے لاگ تبصرہ
اور اہلِ اسلام کے لئے مفید مشورے

یہ بات ہر اس شخص پر واضح وظاہر ہے جو ذرا بھی عقل وشعور رکھتا ہو اور دانش و بینش کا حامل ہو کہ تعلیم، انسانی ضروریات میں سے ایک اہم ترین ضرورت اور روحانی فضائل میں سے ایک بلند ترین فضیلت ہے، علم وتعلیم ہی وہ جوہر لازوال ہے، جس کے سامنے فرشتوں کو سرنگوں ہونا پڑا اور جس کی بنا پر انسان مسجودِ ملائک بنا اور یہی وہ وصف خصوصی ہے کہ شرافتِ انسانی اور کرامتِ انسانی جس پر مرتب ہوتی ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جن میں دو رائیں نہیں ہوسکتیں۔

علم کی تعریف ومقصد:

مگر یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ علم وہی ہے جس سے انسان کو انسانیت کا سبق ملے، اخلاق فاضلہ میں رسوخ حاصل ہو، تہذیب وشرافت پروان چڑھے اور اسکے ساتھ وہ حق وباطل میں تمیز، مغز وپوست میں فرق، اور صلاح وفساد میں امتیاز کرنے کی صلاحیت بخشتا ہو، اور انسان کو صراط مستقیم پر گامزن کرتا ہو اور رضائے الٰہی اور قرب خداوندی کی دولت سے مالا مال کرتا ہو، اسکی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ سائنس وٹکنولوجی (Science & Tecnology) کے علوم ہوں یا طب وانجینئری کے فنون ہوں، تاریخ وفلسفہ کے اسباق ہوں، یا زبان وادب کے دروس ہوں۔ اگر یہ تمام علوم وفنون انسان کو اس مقصد تک پہنچاتے ہیں جو ابھی مذکور ہوا، تو بلا شبہ یہ علوم و

فنون ہیں اور اگر اس مقصد تک نہیں پہنچاتے تو یہ سب ایک شعبۂ جنون ہے ۔علامہ اقبالؒ نے کہا ہے ؎

جوہر میں ہو لاالہ تو کیا خوف تعلیم ہو گو فرنگیانہ

تعلیم اور ہمارے اسلاف :

چنانچہ جس دور میں یہ تمام علوم وفنون اہل اسلام کے ہاتھوں پروان چڑھ رہے تھے، ان علوم وفنون سے انسان کو انسانیت کا سبق، شرافت کا درس، اخلاق فاضلہ میں رسوخ، حق و باطل میں تمیز و پہچان کی صلاحیت، بھرپور طریقے پر حاصل ہوتی رہی اور انسان ہدایت کی شاہراہ پر گامزن اور صراط مستقیم پر قائم تھا، سائنس کا ہر سبق اسکے لئے وجود خداوندی اور توحیدِ باری کا سبق تھا، ٹکنولوجی کے فنون اس کے لئے قدرتِ خداوندی پر یقین کا باعث بن جاتے تھے، تاریخ کے واقعات اور قوموں کے عروج وزوال کی داستانیں اس کے لئے عبرت وموعظت کے اسباق قرار پاتے تھے اور وہ ان سے ہدایت حاصل کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا: غرض یہ کہ یہ تمام علوم وفنون اسکی رہنمائی کرتے تھے اور وہ رضائے الٰہی وقرب خداوندی کی دولت سے مالا مال ہو جاتا تھا۔

زوالِ اسپین کے بعد:

مگر اسپین کے زوال کے بعد جب یہ تمام علوم وفنون (جن کو ہمارے اسلاف نے ایمانی فراست اور روحانی حرارت کے ذریعہ پروان چڑھایا تھا اور ان علوم وفنون سے انسانیت کی خدمت لیتے رہے) الحاد ودہریت کے شکار لوگوں، خدا اور رسول کے باغیوں، انسانیت وشرافت سے محروم لوگوں، حرص وہوس کے پجاریوں کے ظالمانہ ومجرمانہ پنجے اور قبضے میں چلے گئے؛ تو ان علوم وفنون کو انکے اصل مقصد ومنشا، کے خلاف استعمال کیا جانے لگا اور اپنے ذاتی مفادات کے لئے انکا کھلے طور پر استحصال کیا جانے لگا۔ اور یہ ملحد وزندیق اور اہل حرص وہوا لوگ اپنی مکاری وعیاری' چالا کی

وچالبازی سے شعبۂ تعلیم پر چھاتے ہی چلے گئے، یہاں تک کہ ان علوم وفنون کوانہوں نے خدااور رسولوں سے بغاوت، مذہب وایمان سے عداوت، انسانیت وتہذیب سے تلعب واستہزاء اور اخلاقی اقدار کی تحقیر وتوہین کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔

اور آج کے دور میں علم وتعلیم نام ہی اس بات کا ہے کہ مذہب وایمان کوفضول اور بے کار چیز سمجھا جائے، اخلاقی اقدار جیسے شرم وحیاء، تواضع وانکساری، احسان وسلوک وغیرہ کو عجز وکمزوری پر محمول کیا جائے اور انسانی اقدار کو دقیانوسی ٹھہرا جائے اور اسکے برعکس ہر بے حیائی اور بے شرمی کو تعلیم کا لازمہ اور ہر بے ایمانی اور بداعتقادی کو عقل وشعور کا نتیجہ اور ہر بداخلاقی وبدتہذیبی کو روشن خیالی کا اثر قرار دیا جائے۔

موجودہ تعلیم کے خطرناک نتائج:

یہ افسوس ناک صورت حال جن خطرناک وتباہ کن نتائج پر منتج ہوئی، اور برابر ہورہی ہے، وہ آج ہمارے سامنے ہے جن کا خلاصہ درج ذیل ان نمبرات میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

(۱) ہمارے بچے جب ان اسکولوں میں جاتے اور وہاں کے نظام ونصاب کے مطابق تعلیم حاصل کرتے ہیں، تو ان کے دلوں سے ایمان واسلام بلکہ مذہب کی عظمت واہمیت یکسر ختم ہوجاتی ہے اور وہ اس کو محض ایک فضول چیز سمجھنے لگتے ہیں۔

(۲) اور جولوگ کچھ مذہبی قسم کے ہیں، انہوں نے اس تعلیم کا یہ اثر قبول کیا کہ دین ودنیا کو دوخانوں میں بانٹ دیا اور مذہب ودین کو زندگی کا پرائیوٹ معاملہ کہہ کر اس کو مدارس ومساجد اور نماز روزہ تک ہی محدود ومقید کر دیا اور زندگی کے دیگر مراحل و مواقع میں پوری طرح اسلام سے آزاد ہوگئے، حالانکہ یہ ذہنیت خالص عیسائی اور یہودی ذہنیت ہے۔

(۳) بہت سے تعلیم یافتہ لوگوں میں اسلام کے بنیادی عقائد اور بہت سے

احکام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہو گئے اور وہ بے اطمینانی و بے اعتمادی کا شکار ہو گئے، پھر ان میں جو بزدل ہیں، وہ تو دل ہی دل میں ان شکوک شبہات کو لئے پھر رہے ہیں اور جو جری ہیں وہ برملا اسلام پر حملہ کرتے رہتے ہیں، چنانچہ اخبارات وجرائد کے کالم اس قسم کے لوگوں کا پتہ دیتے رہتے ہیں۔

(۴) عفت وعصمت، پاکیزگی و پاک دامنی کی کوئی فضیلت واہمیت دلوں میں باقی نہ رہی بلکہ عفت وعصمت کی قدروں کو پامال کرنا، ایک فیشن بن گیا اور جو شرم وحیاء اور عصمت کی بات کرے وہ ان لوگوں کی نظر میں دقیانوسی اور حالات زمانہ سے بے بہرہ اور تاریک خیال ٹھہرایا گیا۔

(۵) اخلاق وشرافت، تہذیب وانسانیت کی جگہ حیوانیت و درندگی اور شیطانیت نے لی لے، اور انسانیت واخلاق کی توہین کرنا، ایک محبوب مشغلہ بن گیا، اب یہ لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کریں تو روشن خیالی، کوئی بیٹھ کر پیشاب کرے تو دقیانوسی، یہ لوگ کھڑے ہو کر کھائیں، آدھا کھانا گر رہا ہو اور بدتہذیبی کا مظاہرہ ہو رہا ہو تو عین روشن دماغی ہے اور کوئی مولوی ان کو بتائے کہ ادب وسلیقہ سے، دسترخوان پر بیٹھ کر، انسان بن کر، نوش فرمائیں، تو یہ مولوی تاریک خیال؛ پھر اس کی تاریک خیالی کے چرچے، ان روشن دماغوں کے فرائضِ تبلیغ میں داخل، تاکہ کوئی مولوی جیسا تاریک خیال دنیا میں باقی نہ رہے۔

(۶) چونکہ اس تعلیم کا مقصد محض تن پروری وتن آسانی، عیش پرستی ہی دماغوں میں بٹھایا جاتا ہے، اس لئے ہر تعلیم یافتہ حرص وہوس کا غلام بن کر آتا ہے اور مال و دولت کے جمع کرنے میں اندھا، بہرا ہو کر لگ جاتا ہے؛ نہ حلال وحرام کی تمیز سے اس کو کوئی دلچسپی ہوتی ہے؛ اور نہ انسانی ہمدردی وغمخواری سے کوئی واسطہ۔ ڈاکٹر ہو تو بیماروں سے جتنا اور جس طرح ہڑپ کر سکتا ہے، وہ کرے گا؛ اس کو بیمار کی شفاء یابی

وعلاج سے زیادہ اپنی جیب اور اپنے پیٹ کی فکر ہوگی۔اسی طرح شادی کے موقعہ پر لڑکی والوں سے بٹورنے کی ہر تعلیم یافتہ کو فکر لگی رہتی ہے کیونکہ اس نے ڈاکٹر وانجینئر وغیرہ بننے کے لئے لاکھوں روپیہ خرچ کیا تھا؛ اور وہاں دیا تھا،تو اب یہاں لینے کی فکر ہوتی ہے۔

(۷) اس تعلیم سے مقصد ہی عیش وآرام اور مال ودولت ہے،تو غریبوں سے نفرت اور حقارت کے ناپاک جذبات بھی اس طبقہ میں لازمی طور پر پیدا ہو جاتے ہیں، اسلئے یہ طبقہ اپنی سوسائٹی ہی الگ بناتا ہے،حتیٰ کہ اکثر ان میں ایسے ہیں جو مساجد میں آنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں، کیونکہ مساجد میں غریب طبقہ ہی زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ طبقہ علماء کی خدمت میں جانے اور انکے مواعظ وغیرہ سننے سے بھی دور رہتا ہے' کیونکہ علماء کا طبقہ بھی عام طور پر غریب ومسکین اور سادہ سیدھا ہوتا ہے۔ نیز انکے گھر کی شادیوں اور تقریبات میں بھی صرف کاروں اور بنگلوں والے اور سوٹ بوٹ میں ملبوس لوگ ہی بلائے جاتے ہیں' وہ غریبوں کو بلانے میں اپنی شان کی توہین سمجھتے ہیں۔

یہ چند موٹی موٹی اور بالکل ظاہر وواضح خرابیاں اور برائیاں ہیں، جو آج کی تعلیم سے تعلیم یافتہ طبقے اور پڑھنے والے بچوں میں پیدا ہوتی ہیں،ان میں سے بعض تو ایسی ہیں جن سے ایمان ہی رخصت ہو جاتا ہے .اور بعض وہ ہیں جو اسلام کی تعلیم کے خلاف ہونے کی وجہ سے سخت گناہ اور معصیت ہیں۔

عیسائی مشنری اسکول زیادہ خطرناک:

یہ تو عصری تعلیم گاہوں اور وہاں کے نظام پر ایک عمومی تبصرہ ہے،لیکن اگر عیسائی مشنری تعلیم گاہوں پر خصوصیت سے نظر کی جائے تو اس کی خطرناکی اور زیادہ محسوس ہوگی، کیونکہ ان مشنری اسکولوں کا مقصد ہی یہ ہے کہ مسلمانوں میں بداعتقادی

کا بیج بویا جائے اوران کوان کے مذہبی ورثہ سے دور کردیا جائے جس کی وجہ سے وہ اگر چہ عیسائی نہ ہوں، تاہم مسلمان بھی باقی نہ رہیں۔

علامہ اقبالؒ کی روشن خیالی اوردور اندیشی سے کس کو اختلاف ہوگا، انہوں نے یورپ کی درسگاہوں میں تعلیم حاصل کی وہاں کے اچھے برے کو قریب سے دیکھا ،وہاں کی اقوام کا مزاج بھی دیکھا، پھر یہاں کے حالات بھی دیکھتے رہے. غرض یہ کہ ایک فلسفی کی حیثیت سے ہر چیز کا بنظر غائر مطالعہ کیا، پھران عیسائی اسکولوں کی تعلیم اوران کے نظام پر جو خیال ظاہر کیا، اس کو سنئے:

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین ومروت کے خلاف

ایک امریکن خاتون محترمہ مریم جمیلہ نے (جو ۱۹۶۰ء میں یہودیت سے توبہ کرکے مسلمان ہوئیں) اپنی کتاب'' اسلام اورآج کی مسلمان خاتون''میں لکھا ہے کہ :

The muslim mother on no account ever consent to sending her child ren to christian missonary schools or convent where they are totally alionted from there religious and cultural heritage, although she must realise that the government national schools do not provide a much happier solution .(Islam and the Muslim women today,p.13)

(ترجمہ:مسلمان ماں کوکسی بھی قیمت پراپنے بچوں کوعیسائی مشنری اسکول یا کانونٹ کو بھیجنے راضی نہ ہونا چاہئے ،جہاں ان بچوں کو پوری طرح اپنے مذہبی و

معاشرتی ورثہ سے الگ کردیا جاتا ہے۔اگرچہ یہ بھی یقین کرنا چاہئے کہ سرکاری اسکول بھی کچھ زیادہ تسلی بخش سامان مہیا نہیں کرتے)۔

ایک نومسلم مغربی مصنف کا انتباہ:

اسی طرح ایک اور نومسلم مغربی مصنف محمد اسد نے مغربی نظام تعلیم اور اسکولی تربیت کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے، وہ بھی چونکا دینے والے ہیں۔

چنانچہ وہ اپنی کتاب [Islam at the cross road] میں لکھتے ہیں:

Western education of muslim youth is bound to undermine their will to believe in the mesege of the prophet, their will to regard them selves as representatives of the peculiar ,theocratic, civilisation of islam .[p: 84]

(یعنی مسلم نوجوانوں کی مغربی تعلیم ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام پر ایمان ویقین رکھنے اور اپنے آپ کو اس مخصوص الٰہی تمدن وتہذیب کا نمائندہ سمجھنے کے قابل نہ رکھے گی جو اسلام لے کر آیا ہے)۔

اس کے بعد پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

There Can be no daubt what ever that religious belief is rapidly Losing ground among the "intelligentsia" educated on western lines.

(Islam at the Cross Road, p:1oo)

(یعنی جو کچھ بھی ہو، اس میں شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ ''ان روشن خیالوں'' کے اندر دینی عقائد بڑی تیزی کے ساتھ کمزور ہوتے جارہے ہیں ،جن کی تعلیم مغربی

بنیادوں پر ہوئی ہے)۔

پھر آگے ایک عجیب بات فرماتے ہیں کہ:

ہماری (مسلمانوں کی) پوری تعلیمی پسماندگی اور بے بضاعتی ان مہلک اثرات کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی جو دینی بنیادوں پر مغربی تعلیم کی اندھی تقلید کی وجہ سے مرتب ہونگے۔

(Islam at the Cross Road ,p:1oo)

بعض بلکہ اکثر لوگ آج مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کا رونا روتے ہیں اوران کومشورہ دیتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہواور جیسا بھی بن پڑے وہ عصری علوم حاصل کریں، ایسے لوگ محترم محمد اسد صاحب کی اس عبارت کو بار بار پڑھیں اورغور کریں کہ انہوں نے کیا فرمایا ہے؟

بلاشبہ پسماندگی بری چیز ہے مگر مغربی تعلیم پر اندھادھند فریفتہ ہونا اور اس کو جوں کا توں از اول تا آخرلیکر خوش ہوجانا، ایمان اور دینی بنیادوں پر کیا مہلک اثرات مرتب کرتا ہے؟ اس کا موازنہ تعلیمی پسماندگی سے کیا جائے تو اس پسماندگی کی کوئی حیثیت نہ ہوگی بشرطیکہ ایمان واسلام کی قدر دل میں ہو۔

نصاب اور مشرکانہ ذہنیت:

اسکے بعد عصری تعلیم گاہوں کا ایک سرسری جائزہ لیجئے ،تو معلوم ہوگا کہ یہ اسکول ایمان کے لئے کس قدر خطرناک ہیں،ان اسکولوں میں جو نصاب پڑھایا جاتا ہے اسمیں انگلش زبان کی ہر کتاب میں مشرکانہ وکافرانہ ذہنیت کارفرما نظر آتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اس نصاب کو پڑھنے والے بچّوں پر اسکے اثرات ضرور مرتب ہوتے ہیں۔

تیسری جماعت کی کتاب ’’Rhythm in Reading‘‘ جو کرناٹک اسٹیٹ میں منظور شدہ ہے،اس میں ایک واقعہ اس طرح سے درج ہے کہ

''ایک لکڑ ھارا اپنی کلہاڑی سے درخت کاٹ رہا تھا' کلہاڑی چھوٹ کر ندی میں گر پڑی جو قریب ہی بہہ رہی تھی، وہ پریشان ہوا تو سورج کا خدا ''اپالو' ظاہر ہوا اور ندی میں کود گیا اور اسکی کلہاڑی لاکر دیا الخ۔

اس واقعہ کی حکایت میں ''سورج کا خدا'' کے الفاظ ایک سادہ ذہن بچّہ پر کس قسم کے اثرات چھوڑیں گے؟ نیز خدا کا سامنے ظاہر ہونا، بات کرنا، دریا میں کودنا، کیا غیر اسلامی ذہن کی پیداوار نہیں؟ اور مشرکانہ وکافرانہ ذوق کی چیزیں نہیں؟

میں نے ایک چھ سات سالہ بچّی کی جو دوسری جماعت میں زیرِ تعلیم تھی، اس کی ایک کاپی دیکھی، اس میں ایک سوال وجواب اس طرح لکھا ہوا تھا:

Who is God ? God is our father

یعنی خدا کون ہے؟ خدا ہمارا باپ ہے۔

غور کیجئے کہ یہ ''خدا کو باپ قرار دینا'' کیا عیسائی ذہنیت اور مشرکانہ عقیدہ نہیں ہے؟ ہمارے بچّے اسکو پڑھ کر کیا مسلمان باقی رہ سکتے ہیں؟ یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ یہ بچّی کسی عیسائی اسکول کی طالبہ نہیں تھی' بلکہ ایک مسلمان کے زیرِ نگرانی چلنے والے اسکول کی طالبہ تھی مگر چونکہ وہاں کا نصاب ونظام ہی مغربی افکار اور بنیادوں پر مرتب ہوا ہے تو سب اس کے لپیٹ میں آئے ہوئے ہیں۔

مغربی نظامِ تعلیم کے اثرات:

اسی وجہ سے اس نظامِ کے تحت پرورش پانے والے لوگ عام طور پر بے دینی اور الحاد و دہریت یا کم از کم دین و مذھب کے بارے میں تشکک وتذبذب کا شکار ہوجاتے ہیں اور اسلام اور اس کی تعلیمات پر حملے کرنے میں بھی کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے اپنے خطبات میں فرمایا ہے کہ:

''جدید تعلیم میں مذہبی اثر نہ ہونے کا یہ نتیجہ ہے کہ سینکڑوں تعلیم یافتہ مذھبی

مسائل کو تقویم پارینہ سمجھتے ہیں، اخباروں میں آرٹیکل نکلتے ہیں کہ اسلام کا قانون وراثت خاندان کو تباہ کر دینے والا ہے، اس لئے اس میں ترمیم ہونی چاہئے ،ایک صاحب نے مضمون لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تھے ،پیغمبر تھے ، مدینہ جا کر بادشاہ ہو گئے اور اس لئے قرآن مجید میں جو مدنی سورتیں ہیں وہ خدائی احکام نہیں بلکہ شاہانہ قوانین ہیں ، ایک موقعہ پر مجھ سے لوگوں نے لکچر دینے کی درخواست کی ، میں نے پوچھا کس مضمون پر لکچر دوں ؟ ایک گریجویٹ مسلمان نے فرمایا کہ اور چاہے جس مضمون پر تقریر کیجئے لیکن مذھب پر نہ کیجئے ،ہم لوگوں کو مذھب نام سے گھن آتی ہے (نقل کفر کفر نہ باشد) یہ صرف دو چار شخص کے خیالات نہیں ، مذہبی بے پروائی کی عام وبا چل رہی ہے ،فرق یہ ہے کہ اکثر لوگ دل کے خیالات دل ہی میں رکھتے ہیں اور بعض دلیر طبع لوگ ان کو ظاہر بھی کر دیتے ہیں۔ (۱)

علامہ اقبالؒ جو انہی کالجوں کے پروردہ اور یورپی دنیا اور وہاں کے لوگوں کی عیاریوں و مکاریوں سے خوب واقف تھے، انھوں نے انہی حالات کے مطالعہ و مشاہدہ کے بعد کہا تھا کہ ؎

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے شارح اقبالیات پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے لکھا ہے کہ:

''تعلیم حاصل کر کے نوجوانوں کو سرکاری ملازمت تو بیشک مل جاتی ہے لیکن اس مغربی تعلیم کی وجہ سے ان کے اندر الحاد کا رنگ بھی تو پیدا ہو جاتا ہے، مسلمان کے گھر میں دولت آرہی ہے، لیکن کفر کی لعنت بھی اسکے ساتھ ساتھ داخل ہو رہی ہے،

(۱) خطبات شبلی: ۵۸-۵۹

تو ایسی دولت کس کام کی ؟ واضح ہو کہ مغربی تعلیم کے مضر ہونے پر اقبال نے فیصلہ ۱۹۱۳ء میں صادر کیا تھا ، اور قوم اس وقت سے لیکر تا ایندم اسی سمِ قاتل کو نوشِ جانِ ناتواں فرما رہی ہے ، تو ناظرین خود اندازہ کرلیں کہ مریض اب کس منزل میں ہوگا ؟ (۱)

غرض یہ کہ مغربی تعلیم کی ساخت و پرداخت ہی کچھ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ اس سے کفر وشرک اور بغاوت وطغیانی اور الحاد و دہریت کے جذبات وخیالات جنم لیتے اور پرورش پاتے ہیں ، کیونکہ ان تعلیم گاہوں میں علوم فنون کی تعلیم کا جو منہج ہے وہ مغربی ثقافت وتھذیب کے مزاج وخصوصیات سے تشکیل پایا ہوا ہے ، اور ان فکری و فلسفیانہ رجحانات کا آئینہ دار ہے جن سے مغربی ثقافت وتھذیب پروان چڑھی ہے۔

مشنری اسکولوں میں عیسائیت کا پرچار و تعلیم :

عیسائی مشنری اسکولوں جن کی ہمارے معاشرے میں خاصی مانگ ہے اور وہ بڑی عزت وتوقیر کی نگاہوں سے مسلم سماج میں بھی دیکھے جاتے ہیں اور مسلمان بچوں کی اکثریت ان میں زیر تعلیم ہے ، حتی کہ بعض بعض عیسائی کانونٹوں میں ساٹھ سے ستر فیصد تک مسلمان طلبہ وطالبات زیرِ تعلیم ہیں ، ان میں سے بیشتر اسکولوں میں باقاعدہ عیسائیت کا پرچار ہوتا ہے بلکہ تعلیم ہوتی ہے اور اس سے بھی آگے چرچ لے جا کر عملی طور پر طلبہ کو ان کے مذہبی مراسم ادا کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

اس جگہ اس واقعہ کا ذکر کرتا چلوں کہ ایک خاتون جن سے ہمارے خاندانی مراسم ہیں ، وہ میرے گھر اپنے بچوں کو قرآن پاک اور دینیات کی تعلیم کیلئے لایا کرتی تھی ، ایک دن آئیں تو روتے ہوئے ، جب رونے کی وجہ پوچھی گئی تو بتایا کہ ابھی

---

(۱) بانگ درا مع شرح ص/ ۵۵۷ تا ۵۵۸

آتے ہوئے راستہ میں اچانک میرے دونوں بچّے نظر نہ آئے تو میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتی رہی، اچانک میری نظر راستہ میں بنے ہوئے مریم یا عیسیٰ علیہا السلام کے ایک بُت پر پڑی، تو وہاں میرے دونوں بچّے بت کے سامنے گھٹنے ٹیک کر ہاتھ جوڑے ہوئے ہیں، یہ دیکھ کر میں وہاں گئی اور ان کو مار کر لے آئی، اس پر بچّے کہتے ہیں کہ ہم نے یہ کیا برا کیا ہے؟ یہ کام تو ہم اسکول میں روزانہ کرتے ہیں۔ وہ خاتون کہنے لگی کہ اس پر مجھے رونا آ رہا ہے۔ میں نے کہا کہ قصور بچّوں کا نہیں، آپ والدین کا ہے، جو محض دنیا کے لئے دین سے بےفکر ہو جاتے ہیں۔

بہرحال اس واقعہ سے سمجھا جا سکتا ہے اور سمجھنا بھی چاہئے کہ یہ مشنری اسکول کس طریقہ پر بچّوں کو ایمان و اسلام سے دور اور کفر و شرک وعیسائیت سے قریب کر رہے ہیں؟

مشنری اسکولوں میں بائبل کے اسباق:

اسی طرح بہت ساری اسکولوں میں بائبل کے اسباق کو لازم کر دیا گیا، بلکہ مجھے ذاتی طور پر معلوم ہے کہ بعض اسکولوں میں، بائبل کے سبجکٹ (subject) میں ناکام ہو جانا (اگرچہ دوسرے تمام مضامین میں کامیاب ہو) مانع ترقی ہے۔ حالانکہ اسلامی نقطۂ نظر سے بائبل کا پڑھنا حرام ہے، سوائے اس کے کہ کوئی تحقیق کا کام کرنے والا عالم محقق تردید کیلئے مطالعہ کرے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ توریت کا نسخہ لا کر مطالعہ کرنے لگے، یہ دیکھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور غصہ کی وجہ سے سرخ ہو گیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ عمر! تم اللہ کے نبی علیہ السلام کا چہرہ نہیں دیکھتے؟ حضرت عمر نے جو آپکا چہرہ دیکھا، تو پریشان ہو گئے اور بار بار اللہ ورسول کے غضب سے پناہ مانگنے لگے۔ اس سے آپ کا غصہ

کم ہوا، پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ: اس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں محمد کی جان ہے، اگر موسیٰ علیہ السلام بھی تم میں نازل ہو جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرلو، تو تم سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔ (۱)

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کیلئے اسکو برداشت نہیں فرمایا تو اندازہ کرو کہ ان بچّوں کیلئے جن کی لوحِ دل ہر نقش کو قبول کر لیتی ہے، انکے لئے اسکی تعلیم پھر اسکے لئے محنت اور تیاری اور اسکے اسباق میں کامیابی کی فکر کو کس طرح جائز قرار دیا سکتا ہے یا کس طرح اس کو برداشت کیا جا سکتا ہے؟

۞ بائبل ایک پوپ کی نظر میں:

پھر یہ کتاب ''بائبل'' محرف ہونے کے ساتھ سچائی وصداقت سے خالی اور معقولیت وعلمیت سے انتہائی دور ہے اور بعض جگہ اس کے مضامین ایمان سوز امور پر مشتمل ہیں۔

اس کے لئے علمائے اسلام کی کتابوں جیسے مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی ''اظہار الحق'' وغیرہ کا مطالعہ کرنا چاہئے، میں یہاں پادری یم.اے. پال کی ایک عبارت پیش کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں، وہ اپنی کتاب ''میں نے اسلام کیوں قبول کیا'' میں لکھتے ہیں کہ:

۱۹۲۲ء میں بچوں کے نصابِ تعلیم کے مذہبی حصے پر بحث کرتے ہوئے ڈین مذکور (یعنی ویسٹ منسٹر گرجا کے ڈین) نے ایک جلسہ میں فرمایا کہ اگر ہم اس نصاب میں کتاب پیدائش (بائبل کی پہلی کتاب) کی کہانیاں رکھدیں، تو آئندہ نسل یہی سمجھے گی کہ ہمارا معیارِ صداقت بہت ہی ادنی درجہ کا ہے.

اس کے نقل کرنے کے بعد پادری یم.اے. پال نے اس کا خلاصہ ان الفاظ

(۱) مشکوۃ: ۳۲

میں بیان کیا ہے:

''اس معنے خیز فقرہ سے یہ مراد ہے کہ کتابِ پیدائش کی کہانیاں اس فاضلِ الٰہیات کے نزدیک خالی از صداقت ہیں۔''(۱)

غرض یہ کہ بائبل ایک غلط اور گمراہ کن کتاب ہے اور اسلامی نقطۂ نظر سے اس کے پڑھنے کی اجازت نہیں، مگر شہری اسکولوں میں اس کو داخلِ نصاب کیا گیا ہے اور مسلم بچے بھی اس کے پڑھنے پر مجبور کئے جاتے ہیں، تو اب مسلم والدین کو غور کرنا چاہئے اور اس مسئلہ کا حل تلاش کرنا چاہئے۔

آپ سب کچھ بنئے مگر اسلام کے ساتھ:

آپ اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو سب کچھ بنائیے: ڈاکٹر، انجینئر، سائنس داں، تاریخ داں، جغرافیہ داں، ریاضی داں، اور مسلمان کو ان سب علوم وفنون کی ضرورت بھی ہے، مگر اسکے ساتھ آپ پر لازم وضروری ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو خدا پرست بنائیے، نبی کا غلام اور سنت کا عاشق بنائیے، دین کا خادم اور داعی بنائیے اور آخرت کا متمنی وطالب بنائیے، وہ صرف نام کے مسلمان نہیں بلکہ نظر وفکر کے لحاظ سے بھی، عمل وکردار سے بھی، صورت وشکل سے بھی، سیرت وحقیقت کے اعتبار سے بھی، ہر لحاظ سے مسلمان ہوں اور اسکے لئے آپ کو اس پر غور کرنا چاہئے کہ کیا موجودہ ''مغربی نظام تعلیم'' اس کا ساتھ دے سکے گا؟ یا یوں کہئے کہ کیا آپ اس ''اسلامی نظریہ'' کے ساتھ ''موجودہ مغربی تعلیم'' کا ساتھ دے سکیں گے؟

مغربی نظامِ تعلیم کا اصل مقصد:

بہت سارے لوگ اس حقیقت سے بالکل ناواقف ہیں کہ ہندوستان میں انگریزی سامراج نے جو مغربی تعلیم نظام رائج کیا، اس کا مقصد انگریزی تعلیم سے

(۱) میں نے اسلام کیوں قبول کیا: ۱۴/۱۵۔

زیادہ انگریزیت کی تعلیم تھی، وہ اس نظام کے ذریعہ ہندوستانی لوگوں میں انگریزی ذہنیت کوقبول کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا چاہتا تھا، اوراس کی تصدیق ''لارڈ میکالے '' کی رپورٹ سے ہوتی ہے، جواس نے ۱۸۵۳ء میں مقبوضہ ہندوستان کے گورنر جنرل کوپیش کی تھی، چنانچہ وہ کہتا ہے کہ:

''ہمیں اس وقت بس ایک طبقہ پیدا کرنے کی سعی کرنی چاہئے جو ہمارے اور ان کروڑں انسانوں کے مابین ترجمانی کے فرائض سرانجام دے سکے، جن پر ہم اس وقت (ہندوستان میں) حکمران ہیں، ایک ایسا طبقہ جوخون اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی ہومگر ذوق، طرزِفکر، اخلاق اورفہم وفراست کے نقطۂ نظر سے انگریز ہو۔''(۱)

حضرت مولانا تقی عثمانی زیدمجدھم نے اپنی کتاب ''ہمارا نظامِ تعلیم'' میں اس رپورٹ کے متعدد اقتباسات نقل کرکے، اس کے نظریہ کا خلاصہ جوپیش کیا ہے، وہ عبرت خیز ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

''اس کا (میکالے کا) سب سے بڑا مشن یہ تھا کہ ہندوستان کے باشندوں بالخصوص مسلمانوں کو اپنے سارے تہذیبی ورثے کے بارے میں شدید احساسِ کمتری کا شکار بنا کران کے دلوں پر مغرب کی ہمہ گیر بالادستی کا سکہ بٹھا دیا جائے، اور نئ نسل کو ہرممکن طریقہ سے یہ یقین کرلینے پر مجبور کردیا جائے کہ اگر دنیا میں ترقی اور سربلندی چاہتے ہوتو اپنی فکر، اپنے فلسفے، اپنی تہذیب، اپنی معاشرت اوراپنے ماضی پرایک حقارت بھری نظر ڈالکر مغرب کے پیچھے پیچھے آؤ اوراپنی زندگی کا ہر راستہ اسی کے نقوشِ قدم میں تلاش کرو۔''(۲)

محترم محمد اسد جن کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے، انھوں نے ISLAM AT [THE CROSSROAD] میں مغربی طرزِتعلیم پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

(میکالے کا نظریہ تعلیم ص/ ۶۹، بحوالہ ہمارا نظامِ تعلیم ص/ ۵۰ (۲) (ہمارا نظامِ تعلیم: ص/ ۴۸

''مغربی ادبیات کی تعلیم کا انجام اس کے سوا کچھ نہیں کہ مسلمان کے لئے اسلام ایک اجنبی چیز بن کر رہ جائے، اور یہی بات یورپ کے فلسفۂ تاریخ پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ یورپ کا نظریۂ تاریخ یہ ہے کہ دنیا میں دو ہی گروہ ہیں: رومی و وحشی۔ تاریخ کو اس طرح بیان کرنے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ مغربی اقوام کی اور ان کے تمدن و تھذیب کی بالادستی وفوقیت ثابت کی جائے، اور تاریخ کی اس طرح تعلیم نوجوانوں کے دماغ میں اس کے سوا کوئی بات نہیں چھوڑتی کہ وہ احساس کمتری میں مبتلا ہوں اور اپنی پوری ثقافت وتھذیب اور اپنے مخصوص تاریخی عہد کو حقارت کی نظر سے دیکھیں۔''(۱)

اب غور کیجئے کہ مغربی نظامِ تعلیم جو میکالے کے دور سے آج تک اسی نہج پر چلا آرہا ہے، اس کے ساتھ اسلامی نظریات کس طرح ہم آہنگ ہو سکتے ہیں؟ اور کیا اس کا عقلی و منطقی طور پر امکان بھی ہے؟

❁ سادہ لوحی یا خوش فہمی:

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دونوں ہم آہنگ ہو سکتے ہیں، وہ سادہ لوحی یا خوش فہمی میں مبتلا ہیں، مولانا عبدالماجد دریابادیؒ جو کالج ہی کے پروردہ اور وہاں کے سرد وگرم چشیدہ بزرگ ہیں، اور ایک زمانے میں اسی مغربی تعلیم نے ان کو الحاد کا شکار بنا دیا تھا، وہ اپنی ''آپ بیتی'' میں ایک مقام پر مغربی طرز تعلیم پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''لفظ تعلیم و اعلیٰ تعلیم'' سے مرعوب بلکہ مسحور ہو کر جو پرانے قسم کے مسلمان والدین اپنی اولاد کو بے تحاشا انگریزی کالجوں میں جھونکتے جاتے تھے، یہ بات ان کے سوچنے کی تھی، تعلیم کو وہ اپنے مکتبوں اور مدرسوں پر، اپنے دیوبند وفرنگی محل پر قیاس کر رہے تھے، جہاں گانے بجانے کی آواز ہی کان میں پڑھ جانا ایک جرم تھا، یہاں تو

---

(۱) ملخصا از ص: ۹۵-۹۷

اس کے برعکس گانا بجانا داخلِ ہنر اور دلیلِ کمال تھا، اور نقالی سے بچنا کیسا؟ ایکٹ کرنا اور سکھایا جاتا تھا، اچھی ایکٹنگ (نقالی) کی تو داد، دل بھر کر دیجاتی اور انعام اور تحفے جو ملتے وہ الگ، ایسے ماحول میں لڑکے کو ڈال کر، سادہ دل مسلمان والدین کا یہ توقع رکھنا کہ لڑکا پارسا، صالح اور کسی درجہ میں متقی ہو کر نکلے گا کس غضب کی سادہ لوحی تھی؟ (۱)

اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ موجودہ نظام تعلیم کے ساتھ ایک آدمی یہ تمنا رکھے کہ اسلام کے مطابق زندگی گزاری جاسکے گی اور یہ کہ اسکے عقائد و اعمال، اسلام کے مطابق باقی رہ سکیں گے، بڑا مشکل ہے۔

موجودہ نظامِ تعلیم مغرب کی سازش:

وجہ یہ ہے کہ مغربی نظام تعلیم فی الواقع ایک سازش ہے، جس کو نہ سمجھنے کی وجہ سے شوق و رغبت بلکہ روپیہ پیسہ صرف کر کے ہم اس سازش کا شکار بن رہے ہیں۔

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں:

''یہ مغربی نظامِ تعلیم درحقیقت مشرق اور اسلامی ممالک میں ایک گہرے قسم کی لیکن خاموش نسل کشی کے مرادف تھا، عقلاء مغرب نے ایک پوری نسل کو جسمانی طور پر ہلاک کرنے کے فرسودہ اور بدنام طریقہ کو چھوڑ کر اس کو اپنے سانچے میں ڈھال لینے کا فیصلہ کیا اور اس کام کے لئے جا بجا مراکز قائم کئے جن کو تعلیم گاہوں اور کالجوں کے نام سے موسوم کیا۔'' (۲)

ان باتوں کو علماء کی زبانوں سے سن کر لوگ علماء کو دقیانوسیت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور خود اپنے آپ کو روشن خیال سمجھ جاتے ہیں، اس لئے یہاں میں نے بعض ان لوگوں کے حوالے بھی دئے ہیں جن کو لوگ روشن خیال قرار دیتے ہیں اور جو خود اس تعلیم سے اخذ و استفاذہ کئے ہوئے ہیں، نیز اس سازش کو سمجھنے کیلئے علامہ

(۱) آپ بیتی ص ۱۲۰/ تا ص ۱۲۱ (۲) مسلم ممالک میں مغربیت اور اسلامیت کی کشمکش: ۲۴۷

اقبالؒ کے یہ اشعار بھی قابل غور ہیں: وہ فرماتے ہیں:

سینے میں رہے رازِ ملوکانہ تو بہتر
کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہوجائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھکر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالیہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر

اسی بات کو اکبرالہ آبادی مرحوم نے اس طرح ادا کیا ہے ؎

مشرقی تو سر دشمن کو کچل دیتے ہیں
مغربی اس کی طبیعت بدل دیتے ہیں

حاصل یہ ہے کہ مغربی ذہنیت یہ ہے کہ اپنے دشمنوں اور مخالفوں کو زیر کرنے کیلئے تیغ وسنان کے بجائے، تعلیم کے نام پر دماغوں اور مزاجوں کو بدلدیتے ہیں اور اپنے نظریات وخیالات کے مطابق انکو ڈھالیتے ہیں، میں اوپر اس نظام تعلیم کے بانی'' لارڈ میکالے'' کی تصریح نقل کر چکا ہوں کہ وہ اس نظام سے ایک ایسا طبقہ پیدا کرنا چاہتا تھا جو رنگ ونسل کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مزاج اور فکر اور نظریات وخیالات کے لحاظ سے انگریز ہو، کیا اسکے بعد بھی کسی کو ہماری بات کی صداقت میں شک وشبہ کی گنجائش ہے؟

❁ لیجئے گھر کی شہادت حاضر ہے:

انگریزی تعلیم کے اس نتیجہ کے لئے میں خود انگریز کے گھر کی شہادت پیش کرتا ہوں، اوپر بھی بعض شہادتیں گذری ہیں، اب یہ بھی پڑھ لیجئے:

(ا) بحوالہ نقش حیات، حضرت شیخ الاسلام مدنی جلد دوم: ۱۴۰

''ڈاکٹر ڈبلو ہنٹر کہتا : ہمارے اسکولوں اور کالجوں سے پڑھا ہوا کوئی نوجوان ہندو یا مسلمان ایسا نہیں ہے جس نے اپنے بزرگوں کے عقائد کو غلط سمجھنا نہ سیکھا ہو۔''(۱)

ان تمام شہادتوں سے یہ بات کالشّمس فی نصف النہار واضح ہے کہ مغربی نظام تعلیم ونصاب تعلیم چند مخصوص نظریات اور مقاصد پر مبنی کیا گیا ہے اور وہ مقاصد ونظریات کھلے طور پر اسلامی نقطۂ نظر سے اور شرعی مقاصد سے متصادم ومتخالف ہیں۔

موجودہ مسلم عصری تعلیم گاہیں:

اس بعد ہمیں اس طرف نظر کرنا ہے اور اس کا جائزہ لینا ہے کہ آج مسلمانوں کی جانب سے جو عصری تعلیم گاہیں جاری کی گئی ہیں، ان کا کیا حال ہے؟

ہم جب اس پہلو پر غور کرتے ہیں تو بڑے دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ عام طور پر مسلمانوں کی نگرانی وسرپرستی مین چلنے والے تعلیمی ادارے بھی نصابِ تعلیم، طرز تعلیم اور نظامِ تعلیم کے لحاظ سے عیسائی اور سرکاری تعلیم گاہوں سے کچھ بھی مختلف نہیں؛ اور وہ ساری برائیاں اور خرابیاں جو اوپر ذکر کی گئیں، ان مسلم عصری تعلیم گاہوں میں بھی علی وجہ الاتم موجود وباقی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اداروں کے بانی مبانی اور ان کے سرپرست ونگران اور ان کے اندر کام کرنے والا عملہ، یہ سب اگر چہ مسلمان ہیں مگر ان کا فکر ونظریہ بعینہ وہی ہے جو غیر مسلم دانشوروں کا ہے اور ان لوگوں نے ان اداروں کے لئے وہی سب کچھ درآمد کیا ہے جو انگریزوں اور یہودیوں نے تیار کیا ہے، اور شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر ان لوگوں نے ''مغربی نظامِ تعلیم وتربیت'' کو اس طرح قبول کرلیا ہے جیسے کہ یہ کوئی آسمانی والٰہی پیغام ہو، جس سے انحراف وتجاوز نہیں کیا جاسکتا، حتیٰ کہ مغربی نظامِ تعلیم بلکہ نظریہ تعلیم کو ان لوگوں نے اس کی ساری خامیوں اور خرابیوں کے ساتھ قبول کرلیا اور اسکے کسی نقطہ اور شوشہ کو بھی

تبدیل کرنا، ان کے نزدیک اسی طرح ناروا جسارت قرار پائی جیسے کلام اللہ میں کسی طرح کی تبدیلی حرام وناجائز ہے، حالانکہ یہ مغربی نظریۂ تعلیم ان لوگوں کے ذہن کی پیداوار ہے جن کے عقائد واصول، جن کے اخلاقی اقدار وانظار، جن کے معاشرتی طور وطریقے، جن کے اقتصادی افکار ونظریئے، ازاول تا آخر اور مکمل طور پر اسلامی اقدار وعقائد اور نظریوں اور طریقوں سے مختلف ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب سب کچھ مغرب سے درآمد کیا گیا ہے اور اسکو جوں کا توں قبول کر کے نافذ العمل قرار دیا گیا ہے، تو ان مسلم اداروں اور دانش گاہوں کا حال، عیسائی مشنری یا سرکاری اسکولوں سے کس طرح اور کیوں کر مختلف ہوسکتا ہے؟

ایک مسلم اسکول میں بچوں کو ڈیانس کرایا جاتا ہے اور اسکا نام فنونِ لطیفہ رکھا گیا ہے، ایک مسلم اسکول میں بچیوں کے لئے پردہ کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اور ایک اسکول ایسا ہے جہاں کا یونیفارم انتہائی بے حیائی اور بچیوں کے لئے نیم عریانی کا ذریعہ ہے۔ ایک مسلم اسکول میں جو ایک مسجد سے منسلک اور مسجد کے ماتحت چلتا ہے اس میں جلسہ کے موقعہ پر باقاعدہ میوزک کے ساتھ بچوں کو نچایا گیا۔

یہی نہیں بلکہ ان مسلم اسلولوں میں عموماً اسلام کے فرائض و بنیادی احکامات تک کی پرواہ نہیں کی جاتی، نمازوں کا وقت ہوتا رہتا ہے اور نماز و جماعت کا کوئی نظام اسکول کی جانب سے نہیں ہوتا، بلکہ بعض اسکولوں میں یہ بھی سنا گیا کہ طلبہ نماز پڑھنا چاہتے ہیں مگر اسکول والے اپنے اوقات تعلیم میں کوئی فرق وتبدیلی کرنا نہیں چاہتے، جس کی وجہ سے ان کی نمازیں غارت ہوجاتی ہیں۔

مسلم اسکولوں کے ان حالات سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان اداروں کے ذمہ داروں اور سرپرستوں کی ذہنیت کس قدر مغرب زدہ ہے۔

مسلم ممالک کی صورت حال:

مسلم ممالک کا حال بھی وہی ہے؛ بیروت، قاہرہ، بغداد، ترکی، کویت، دبئ وغیرہ مسلمانوں کے مراکز پر عیسائی منادیوں اور مشنریوں نے مشن اسکولوں اور کالجوں کو قائم کر کے مغربی تھذیب و ثقافت، مغربی آداب و رسوم اور مغربی طرز معاشرت کا ایک جال بچھا دیا ہے اور اس وقت پورا عالمِ اسلام اس کی لپیٹ میں آچکا ہے، اور ہمارے افکار ونظریات، اور ہماری ثقافت وتھذیب صد فی صد مغربی ثقافت وتہذیب کے سانچے میں ڈھل چکی ہے۔

اور ان کی نقالی وتقلید میں جو اسکول و کالج مسلمانوں نے قائم کئے ہیں، ان کا حال ان سے کچھ بھی مختلف نہیں بلکہ درحقیقت یہ لوگ اس سلسلہ میں مغرب کو اپنا امام اور خود کو اس کا غلام سمجھتے ہیں، اس لئے وہاں کے تعلیمی شعبے اور ان سے منسلک افراد نے نہ صرف یہ کہ مغربی نظریۂ تعلیم کے مطابق ،نصاب ونظامِ تعلیم وتربیت کو در آمد کرلیا، بلکہ انہوں نے اپنے تعلیمی منصوبوں کی تکمیل اور علمی اداروں کی تشکیل میں مغربی ممالک کے ماہرین تعلیم کو مکمل طور پر اختیار دے رکھا ہے کہ وہ اپنا نصاب اور نظام جس طرح چاہیں، وہاں نافذ وجاری کریں، مزید برآں یہ کہ یہ لوگ ان مغربی ملکوں میں اپنے تعلیمی وفود بھیجتے ہیں تا کہ وہاں کہ ماہرین تعلیم کی آغوش تربیت رہ کر وہ لوگ علمی نشو ونما حاصل کریں اور پھر اپنے ملک میں آکر اسی کے مطابق تعلیمی نقشہ ونظام طے کریں اور اس کو نافذ کریں۔

اس طرز عمل کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہاں ایک طبقہ (بلکہ بہت بڑا طبقہ) ایسا پیدا ہوگیا جو مغربی نظریات سے متأثر بلکہ مرعوب ہو کر اسلامی عقائد وافکار اور دینی وشرعی اقدار وانظار سے کلیۃً دست بردار ہوگیا، یا کم از کم اس سلسلہ میں تذبذب اور فکری وذہنی انتشار کا شکار ہوگیا۔

اس جگہ مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی ایک بات جو آپ

نے اسی سلسلہ میں فرمائی ہے، نقل کرنا مناسب ہوگا، آپ فرماتے ہیں:

''آپ کوتر کی سے لیکر انڈونیشیا تک مسلمان ممالک کے جتنے سربراہ اور رہنما نظر آئیں گے وہ سب اسی مغربی نظام تعلیم کی پیداوار ہیں، ان میں سے جن کو براہ راست کسی مغربی ملک یا یورپ کے کسی مشہور تعلیمی مرکز میں پڑھنے اور پروان چڑھنے کا موقع نہیں ملا، انھوں نے اپنے ملک میں رہ کر اس نظام تعلیم سے (اس کے مخلص نمائندوں کی نگرانی و سرپرستی میں) پورا فائدہ اٹھایا، ان میں سے متعدد اشخاص نے ملٹری کالجوں میں تعلیم پائی جہاں مغربی طرز کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔ (۱)

پھر اس طبقے نے جو اسکول، کالج اور جامعات اور یونیورسٹیاں قائم کی ہیں، اندازہ کیجئے کہ ان کا حال مغربی طرز سے کیوں کر مختلف ہوسکتا ہے؟ لازماً وہاں بھی وہی ہوا اور ہونا چاہئے تھا کہ اسی مغربی طرز کے ادارے قائم ہو گئے اور اس میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

❁ مسئلہ کا حل کیا ہے؟

اب سوال یہ ہے کہ اس صورت حال سے نکلنے کی کیا صورت ہے اور تعلیمی مسئلہ کو حل کرنے کی سبیل کیا ہے؟ جس سے ایک طرف علوم وفنون سے وابستگی وتعلق بلکہ ان میں اختصاص و مہارت پیدا ہو، اور دوسری طرف یہ سارے علوم وفنون، معرفت خداوندی کا ذریعہ بن جائیں، اخلاق فاضلہ کے حصول کا سبب بن جائیں اور شرافت وتہذیب کی طرف گامزن کردیں۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس صورت حال سے چھٹکارا پانے کیلئے بڑی سنجیدگی اور غور وفکر کے ساتھ یکے بعد دیگرے تین باتیں طے کرنی ہوں گی:

(۱) مسلم ممالک میں مغربیت اور اسلامیت کی کشمکش: ۲۴۷

(۱) اولاً ہم کو ہماری حیثیت وحقیقت پر نظر ڈالنا ہوگا اور یہ طے کرنا ہوگا کہ ہم کون ہیں اور کیا ہیں، ہمارا مقصد وجود کیا ہے۔

(۲) پھر ہمیں تعلیم کے مقاصد کو متعین کرنا ہوگا ،کہ تعلیم حاصل کرنے یا دوسروں کو تعلیم دینے کا مقصد کیا ہے اور کیا ہونا چاہئے؟

(۳) پھر اسی کے مطابق نصاب اور نظام طے کرنا ہوگا، کیونکہ تعلیم ہماری حیثیت وحقیقت اور ہمارے طے شدہ مقاصد کے مطابق ہونا چاہئے۔اب میں اس اجمال کی وضاحت کرتا ہوں:

پہلی بات:

پہلی بات میں نے یہ کہی کہ ہمیں اولاً اپنی حقیقت وحیثیت پر نظر ڈالنا چاہئے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم مسلمان ہیں، ہمارا مذہب اسلام ہے،جس میں ہمیں کچھ عقائد وافکار اور احکام واقدار کا پابند کیا گیا ہے اور ہمارے لئے یہ پابندی ناگزیر ہے۔اور ہمیں جاننا اور ماننا ہے کہ اسلام کوئی قومیت نہیں ہے بلکہ وہ ایک پاکیزہ دین ہے جو عقائد اقدار کا حامل بھی ہے اور داعی بھی ،اور وہ تمام سعادتوں کا جامع بھی ہے اور کفیل بھی اور ہدایت وسعادت اسی دین کی پیروی میں منحصر ہے اور یہ ایک نظام حیات ہے جو انسانیت کے لئے آب حیات ہے اور مسلمان وہ امت ہے جو اللہ کے اس آخری ودائمی پیغام پر ایمان ویقین رکھتی ہے،اور اسی کے مطابق زندگی کا کارواں آگے بڑھاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ جو امت ایسے دین کی پابند وحامل ہے، اس کو بہرصورت اپنے عقائد واعمال ،اپنے افکار واقدار کی ہر میدان میں اور ہر موقعہ پر حفاظت کرنا لازم ہے،ورنہ وہ اس دین کی حامل ہی نہ رہے گی۔

اسی کے ساتھ ساتھ ایک اور بات کو بھی اِسے فراموش نہیں کرنا چاہئے ،وہ یہ کہ

اس امت کی ذمہ داری صرف یہ نہیں ہے کہ اس دین پر عمل پیرا ہو جائے بلکہ اس کے ساتھ اس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کے ابدی پیغام کو دوسروں تک پہنچائے، اس کے لئے اس کو اپنے عمل اور کردار سے بھی، اور زبان وقلم سے بھی کام لیکر اس ذمہ داری کو پورا کرنا اس کے فرائض منصبی میں داخل ہے۔

دوسری بات:

دوسری بات یہ ہے کہ تعلیم کے مقصد پر نظر کرنا اور اس کو متعین کرنا بھی ضروری ہے، یہ کام بہت ہی ضروری ہے کیونکہ ہر کام اپنے مقصد کے تابع ہوتا ہے، جب تک مقصد متعین نہ ہوگا اس وقت تک تعلیم اپنے اثرات ونتائج ظاہر نہیں کرتی۔

انگریزی ومغربی تعلیم نے اقتصادی ترقی اور عیش کوشی اور حصول مال و دولت کو اپنا مقصد قرار دیا ہے۔ لہذا اس تعلیم کے زیر اثر پروردہ لوگ اور اسکی آغوشِ تربیت سے تربیت پا کر نکلنے والے افراد اپنے مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اسکے برخلاف اسلام کا نقطۂ نظر تعلیم کے سلسلہ میں یہ ہے کہ تعلیم کے ذریعہ انسان حق و باطل کی تمیز، اخلاقی اقدار کی تحصیل اور معرفت خداوندی کے حصول کے راستے تلاش کرے اور انسانی ہمدردی وغمخواری کا جذبہ لے کر انسانوں کی خدمت کرے۔ الغرض ہمیں تعلیم کے مقاصد کو شرعی انداز پر متعین کرنا چاہئے، تاکہ اسی کے مطابق نصاب و نظامِ تعلیم مقرر کیا جاسکے۔

تیسری بات:

اب تیسری بات کو لیجئے کہ نصاب ونظام کیا اور کیسا ہو؟ یہ بات پہلی دو باتوں کے تابع ہے کیوں کہ نصاب وہ بنے گا جو ہماری حیثیت اور حقیقت سے مناسبت رکھنے والا ہو اور نظام بھی وہ تجویز ہوگا جو ہماری ذات سے ہم آہنگ ہوگا اور اسی طرح نصاب و نظام تعلیم، ان مقاصد کے موافق ہوگا جن کو ہم نے ہماری تعلیم کے مقاصد

قرار دیا ہوا ہے۔

یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ایک وہ شخص جس کو اللہ پر ایمان و یقین نہ ہو، اور وہ ایک آزاد اور من مانی زندگی گذارنے کو روا و جائز رکھتا ہو، اس کا نصاب و نظام تعلیم ایک ایسے شخص کے لئے مفید و کارآمد نہیں ہوسکتا جو اللہ پر ایمان و یقین رکھتا ہو اور اپنے لئے اسلامی طرز کی زندگی کو ضروری سمجھتا ہو۔

جب یہ بات واضح ہوگئی تو اب یہ سمجھنا آسان ہے کہ ہمیں مسئلہ کے حل کے لئے مغربی نصاب و نظام تعلیم کو یکسر ختم کر کے ایک ایسے نصاب اور نظام کی تشکیل کرنی ہوگی، جو ہماری ذات اور ہمارے مقاصد سے مناسبت و ہم آہنگی رکھتا ہو، اور اس میں ان باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہو جن کا ایک مسلمان کو لحاظ رکھنا ہے اور اس کی طبیعت سے ان کو مناسبت ہو۔

ہم یہاں اس سلسلہ میں حضرت مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی بات پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں، جو آپ نے اسی مسئلہ کے حل کے لئے فرمائی ہے:

''اس غیر فطری اور غیر ضروری صورت حال سے چھٹکارا پانے کی اسکے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ اس پورے تعلیم نظام کو یکسر تبدیل کر دیا جائے اور اسکو ختم کر کے نئے سرے سے ایک نیا نظام تعلیم تیار کیا جائے، جو اپنی ملّت اور امت کے قد و قامت پر راست آتا ہو اور اسکی دینی و دنیوی ضروریات پوری کر سکتا ہو، اس مسئلہ کا حل خواہ کتنا ہی دشوار نظر آتا ہو اور صبر آزما اور دقت طلب ہو، اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس نظام تعلیم کو از سر نو ڈھالا جائے اور اس کو امت مسلمہ کے عقائد، زندگی کے نصب العین، مقاصد، اور ضروریات کے مطابق بنایا جائے اور اسکے تمام اجزاء سے مادیت، خدا سے سرکشی، اخلاقی و روحانی قدروں سے بغاوت اور جسم و خواہشات کی پرستش کی روح اور اسپرٹ کو ختم کیا جائے اور اس کے بجائے تقویٰ، انابت الی اللہ، آخرت کی

اہمیت اورفکراور پوری انسانیت پر شفقت کی روح جاری ساری کر دی جائے ،اس مقصد کے لئے زبان وادب سے لیکر فلسفہ اور علم النفس تک ،اورعلوم عمرانیہ سے لیکر اقتصادیات ومعاشیات تک صرف ایک روح پیدا کرنی ہوگی ،مغرب کے ذہنی غلبہ اور تسلط کا خاتمہ کرنا ہوگا ،اسکی قیادت اور امانت کا انکار کرنا ہوگا ، اسکے علوم ونظریات پر علمی تحلیل وتجزیہ اور بے لاگ تنقید کا مسلسل اور جرأت مندانہ عمل کرنا ہوگا۔(۱)

نیز ایک اور کتاب اسلامی ممالک میں مغربیت واسلامیت کی کشمکش] میں تقریباً یہی بات فرماتے ہومزید یہ بھی کہتے ہیں کہ:

''زبان وادب سے لیکر فلسفہ ونفسیات تک اورعلوم عمرانیہ سے لیکر معاشیات و سیاسیات تک سب کوایک نئے سانچے میں ڈھالا جائے ،مغرب کے ذہنی تسلط کودور کیا جائے ،اس کی معصومیت وامامت کا انکار کیا جائے ،اس کےعلوم ونظریات کوآزادانہ تنقید اور جراتمندانہ تشریح (پوسٹ مارٹم) کا موضوع قرار دیا جائے ،مغرب کی سیادت وبالاتری سے عالمِ انسانی کو جوعظیم الشان نقصانات پہنچے،ان کی نشاندہی کی جائے ،غرض مغرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کراس کےعلوم وفنون کو پڑھاجائے اور اس کےعلوم وتجارب کوموادِ خام (Raw -Material) فرض کر کے اپنی ضرورت اوراپنے قد وقامت اوراپنے عقیدہ ومعاشرت کے مطابق سامان تیار کیا جائے۔(۲)

اس تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ ہم مغرب سے استفادہ اسی صورت میں کر سکتے ہیں جبکہ ہم اس کے نصاب اور نظام کوحذف وترمیم

(۱)اسلامی ملکوں میں نظام تعلیم کی اہمیت:ص۲۱-۲۲ (۲) اسلامی ممالک میں مغربیت واسلامیتؒ کی کشمکش

اور اصلاح وتجدید کی راہ سے مکمل طور پر گذاریں گے اور اس کو اس قابل بنائیں گے کہ وہ ہمارے قد وقامت پر راست آسکے۔

یہ ہے وہ عظیم و نازک ترین کام جس کے بغیر یہ امت یا تو ناکارہ رہے گی یا مغرب کی غلام بن جائے گی، یہ کام اگر چہ طویل المیعاد ہے، مگر ہے ضروری، اس لئے بہر حال اس کام کو کرنا چاہئے۔

دو غلط فہمیوں کا ازالہ:

اس تفصیل سے بعض غلط فہمیوں کا بھی ازالہ ہو گیا، جو عام طور پر ان لوگوں کو ہو جاتی ہیں جو جدید تعلیم کے موجودہ اثرات سے مرعوب ومتأثر ہو جاتے ہیں:

ایک تو یہ کہ جب ہم یہ بات کہتے ہیں کہ مغرب کا نصاب و نظام تعلیم، اسلام کے حق میں مفید نہیں، تو یہ لوگ یہ اس پر یہ اشکال کرتے ہیں کہ یہ علوم وفنون سب کی میراث ہے، اس کو حاصل کرنے میں آخر کیا برائی ہے؟

اس کا ازالہ یہ ہے کہ بلا شک یہ علوم وفنون سب کی میراث ہیں اور یہ علوم و فنون در حقیقت نہ مشرقی ہیں نہ مغربی، اور نہ کسی کی کوئی خاص جاگیر، اس لئے اہلِ اسلام ان پر اپنا پورا پورا حق رکھتے ہیں، بلکہ غور کیا جائے اور تاریخ کا مطالعہ کیا جائے، تو یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آجائے گی کہ ان علوم وفنون کی تخم ریزی اور ان کو پروان چڑھانے کا سہرا اہلِ اسلام کی نمایاں اور عظیم شخصیات کے سر بندھتا ہے۔

لیکن یہاں بحث ان علوم وفنون کی نہیں ہے بلکہ ان علوم وفنون کی اس خاص وضع وترتیب اور اس خاص نظام کی ہے جس کو اسلام دشمن طاقتوں نے اسلام دشمنی میں یا اپنی بے بصیرتی کی بنیاد پر اس طرح قائم کیا ہے جو اہلِ اسلام کے قد وقامت پر کسی طرح راست نہیں آتا، اس لئے ہمیں اس نصاب کو ایک خام مال کی حیثیت سے لیکر اپنے قد وقامت اور اپنے مزاج ومذاق کے موافق تیار کرنا چاہئے۔

دوسری غلط فہمی ان جدید تعلیم یافتہ حضرات کو یہ ہو جاتی ہے کہ وہ جب بھی تعلیم اور اعلیٰ تعلیم کا نام لیتے ہیں، تو اس کے ساتھ اس مغربی نظام اور مغربی تہذیب کو اس کے جزء لاینفک کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو اس تمدن وتہذیب کو تعلیم کے نام پر اختیار کرنے کو ضروری خیال کرتے ہیں یا اس تہذیب و تمدن کے بغیر عصری تعلیم کی تحصیل کو ناممکن سمجھتے ہیں، حالانکہ تعلیم ایک چیز ہے اور مغربی تہذیب وتمدن اور اس کا وضع کردہ نظامِ عمل بالکل دوسری چیز ہے، اور ان دونوں میں کوئی تلازم نہیں۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عصری تعلیم اور مغربی تہذیب وتمدن میں کوئی تلازم ہے وہ اس تعلیم کے ساتھ بے حیائی و بے پردگی، فحاشی وعریانی، ناچ ورنگ، لباس و پوشاک میں انگریزی وضع قطع، کھانے اور پینے میں غیروں کا طریقہ، بلکہ اس سے آگے احکام شرع کی پامالی وتوہین کو بھی لازم سمجھتے ہیں۔ اور ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تعلیم کے حصول کے لئے اور تعلیم یافتہ ہونے کے لئے ان امور کی کوئی ضرورت نہیں، یہ اس تعلیم کا نہیں بلکہ اس نظامِ تعلیم کا اثر ولازمہ ہے جو انگریزی تہذیب کی کوکھ سے جنم لیا ہوا ہے، اس لئے اہل اسلام کو چاہئے کہ وہ اس تعلیم کو اسلامی تہذیب وتمدن اور اس کے مزاج وانداز کے موافق ڈھال کر استعمال کریں۔ فقط

محمد شعیب اللہ خان
(جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)